ابن قتیبہ کی کتاب تأویل مختلف الحدیث: امتیازات اور منہجِ تالیف

حافظ محمد شہباز حسن ⸰
غلام مصطفیٰ انجم ⸰

تیسری صدی کے جن محدثین اور علمائے راسخین نے علم حدیث کی تنقیح اور توضیح کے لیے متعدد فنون ایجاد کیے اور اس علم کی توسیع اور اشاعت میں گراں قدر خدمات انجام دیں ان میں امام ابو محمد عبد اللہ بن مسلم الکاتب الدینوری المعروف ابن قتیبہ کا نام نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔ ابن قتیبہ ۲۱۳ھ میں بغداد کے ایک قصبے دینور میں پیدا ہوئے۔ ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) فن مختلف الحدیث کے اکابر ائمہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ عبد اللہ بن بکیر تمیمی، ابراہیم بن محمد بن ایوب صائغ نے ان کی امامت حدیث پر شہادت دی اور ان کے سامنے زانوے تلمذ طے کرنے کو اپنے لیے باعث شرف سمجھا۔

ابن قتیبہ کے زمانے میں بغداد علوم کا بڑا مرکز تھا جہاں ائمۂ اربعہ کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد تھی، اس لیے آپ نے بغداد کا بھی سفر کیا۔ اس کے علاوہ حجاز و شام بھی تشریف لے گئے۔ [۱] ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ اور مشائخ میں اسحاق بن راہویہ اور ابو حاتم رازی جیسی بڑی شخصیات شامل ہیں۔ آپ کی جلالت علمی کا اعتراف بڑی بڑی شخصیات نے کیا۔ [۲]

⸰ اسسٹنٹ پروفیسر، انجینئرنگ یونی ورسٹی، لاہور۔
⸰ پی ایچ ڈی سکالر، انجینئرنگ یونی ورسٹی، لاہور۔

۱۔ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی، **سیر أعلام النبلاء** (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۴۰۶ھ)، ۷: ۲۲۶۔

۲۔ مثال کے طور پر دیکھیے: ابن تیمیہ، **مجموع الفتاوی** (ریاض: مکتبة دار الفضیلة)، ۷: ۳۷۰؛ ابن تیمیہ، **تفسیر سورة الإخلاص** (ریاض: مکتبة دار الفضیلة)، ۳۲۱؛ ابن تیمیہ، **مجموع الفتاوی**، ۷: ۳۹۱؛ شمس الدین الذہبی، **میزان الاعتدال** (بیروت: مکتبة دار الفکر)، ۲: ۵۰۳؛ حافظ ابن حجر العسقلانی، **لسان المیزان** (بیروت:

درس و تدریس کی بے پناہ مصروفیت اور کثرت مشاغل کے باوجود ابن قتیبہ سے بہت سی تصانیف مروی ہیں، جن میں سے کچھ مطبوع ہیں اور کچھ غیر مطبوع؛ چند مشہور کتب حسب ذیل ہیں: **تأويل مختلف الحديث، عيون الأخبار، تأويل مشكل القرآن،أدب الكاتب، غريب الحديث** وغیرہ۔

زیر نظر مقالے میں ابن قتیبہ کی کتاب **تأويل مختلف الحديث** کے خصائص اور اسلوبِ تالیف پر گفت گو کی جائے گی، تاہم اس سے پہلے فنِ مختلف الحدیث کا مختصر تعارف درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مختلف الحدیث

مختلف الحدیث کو علوم حدیث کی اصطلاح میں تعدد روایات سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی حدیث مقبول یا غیر مقبول اسناد کے ساتھ مختلف الفاظ میں روایت کی گئی ہو۔

کتاب تأويل مختلف الحديث کا فن مختلف الحدیث میں مقام و مرتبہ

یہ کتاب ابو محمد عبد اللہ بن مسلم المعروف ابن قتیبہ کا عظیم شاہ کار ہے اور آپ کی عظمت و شہرت اور علم و ہنر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب **تأويل مختلف الحديث في الرد على أعداء الحديث** میں ان تمام اخبار کو جنھیں باہم متعارض گمان کیا جاتا ہے، نہ صرف جمع کیا ہے، بلکہ عمدہ انداز میں ان کی وضاحت فرمائی ہے اور مخالفین حدیث کی طرف سے ان احادیث پر کیے جانے والے اعتراضات کا تسلی بخش جواب دیا ہے، اور کبار معتزلہ کے عقائد پر تنقید کرتے ہوئے ان کے خلاف قرآن و سنت کی روشنی میں شواہد قائم کیے ہیں، اور معتزلہ کے مختلف ائمہ، جیسے ابو ہذیل علاف، عبد اللہ بن حسن اور ہشام بن الحکم وغیرہ کے افکار کا محاسبہ کیا ہے۔ بعض جگہ معتزلہ کی نہایت نمایاں شخصیت امام جاحظ پر بھی اس طرح کے سخت الفاظ میں تنقید کی ہے

دار الكتب العربي)،۲: ۶۸؛ ابن تیمیہ، **التحديث بمناقب أهل الحديث** (ریاض: مكتبة دار الفضيلة)،۴۳؛ عز الدین ابن الاثیر الجزری، **اللباب في تهذيب الأنساب** (بيروت: مكتبة دار الكتب العربي)،۱: ۶۵؛ حافظ ابن کثیر، **البداية والنهاية** (سعودی عرب: مكتبة العاصم)، ۱: ۳۹۷؛ ابو عباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابو بکر بن خلکان، **وفيات الأعيان** (بیروت: دار إحياء التراث العربي)،۷: ۲۹۱۔

کہ: ”جاحظ ایک ایسا شخص تھا جو اپنے عقائد اور دین کے معاملات میں تذبذب کا شکار تھا نیز یہ حدیثِ رسول کا مذاق اڑایا کرتا تھا اور ہمیشہ باطل مذاہب کی نصرت کرتا رہا۔“[۳]

ابن قتیبہ نے اپنی کتاب **تأویل مختلف الحدیث** میں مخالفین حدیث کی طرف سے احادیث کریمہ پر وارد کیے جانے والے اعتراضات کے نہ صرف خوب صورت اور آسان پیرائے میں جوابات تحریر فرمائے ہیں، بلکہ ان کا عمدہ محاکمہ بھی کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے اسلوب اور اس طرز بیان کی متقدمین ومتاخرین نے نہ صرف تعریف کی بلکہ آپ کی اس پر خلوص کاوش کو شان دار انداز میں خراج تحسین پیش کیا۔ اس کتاب کی تعریف و توصیف کرنے والوں میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن نصر مروزی رحمۃ اللہ علیہ، ابو عمرو بن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیات شامل ہیں۔[۴]

تأویل مختلف الحدیث کے مشتملات

تأویل مختلف الحدیث کا بنیادی موضوع حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع ہے، اس لیے کتاب کا نام بھی اسی مناسبت سے تجویز کیا گیا ہے، **تأویل مختلف الحدیث في الرد علی أعداء الحدیث**۔ یہ کتاب بہ ظاہر ایک مقدمے اور تین طویل ابواب پر مشتمل ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ ان تین ابواب میں ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام روایات کو جمع کر دیا ہے جن کے بارے میں مخالفین حدیث تناقض اور تعارض کا دعوی کرتے تھے، نیز جامعیت اور مہارت کے ساتھ ان کے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ **تأویل مختلف الحدیث** کے ابواب یہ ہیں:

۱- باب ذکر أصحاب الکلام و أصحاب الرأي

۲- باب أصحاب الحدیث

۳- باب ذکر الأحادیث التي ادعوا علیها التناقض، والأحادیث التي زعموا أنها تخالف کتاب اللہ تعالٰی، والأحادیث التي یدفعها النظر و حجة العقل.

۳- عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ الدینوری، **تأویل مختلف الحدیث** (مصر: دار الحدیث) ۵۴۔

۴- دیکھیے: ابن تیمیہ، **التحدیث**، ۴۳؛ الذہبی، **میزان الاعتدال**، ۲: ۳۴۱؛ ابن تیمیہ، **التحدیث**، ۳: ۶۴؛ الذہبی، **سیر**، ۷: ۳۴۸۔

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کا آغاز ایک مقدمے سے کیا ہے جس میں مختلف فرقوں کے عقائد کو بیان کر کے ان پر تنقید کی ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کے افکار کا محاسبہ کیا ہے جن کے نزدیک احادیث میں پایا جانے والا (ظاہری) تعارض کذب کی بنیاد پر ہے۔ بعد میں امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ کتب سابقہ میں جو احادیث متناقضہ ومتعارضہ مختلف مقامات پر بکھری ہوئی تھیں ان سب کو ہم نے بالترتیب آنے والے لوگوں کی آسانی کے لیے اپنی اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔

مقدمے کے اختتام میں کہتے ہیں کہ تالیف کتاب سے ہماری مراد صرف اور صرف خلوص نیت سے دین کی خدمت، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب الحدیث کی اقدار کی معرفت اور ان کی عظمت کا دفاع ہے۔ اپنی خواہشات کی تکمیل، کسی پر ظلم کرنا یا ریاکاری وغیرہ نہیں ہے۔ اللہ عزوجل پر ہی توکل ہے اور میں اسی سے مدد چاہتا ہوں۔

مذکورہ بالا دو ابواب میں سے پہلے باب میں امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ اصحاب کلام یعنی متکلمین اور اصحاب رائے کے فرقوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اصحاب کلام اور اصحاب رائے (یعنی وہ لوگ جو مسئلے کا حل صرف رائے سے تلاش کرتے ہیں) کے وہ فرقے جن کا ذکر امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے یہ ہیں:

۱- خوارج

۲- مرجیہ

۳- رافضہ

۴- قدریہ

۵- معتزلہ

۶- زنادقہ

۷- ملحدین

۸- قائلین بداء

معتزلہ میں سے ان کی معروف شخصیات امام عمرو بن عبید نظام معتزلی، علاف، ابوہذیل، جاحظ وغیرہ پر سخت تنقید کی ہے۔ مذکورہ فرقوں اور ان کے ائمہ نے صحابہ کی عدالت پر اعتراضات کیے، ان کی عظمت کو جھٹلایا اور ان کے تقوی، ورع کا مذاق اڑایا، خصوصاً حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر

فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہم و دیگر کی تضحیک کی، امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے عمدہ انداز میں عظمتِ صحابہ کی حفاظت کی ہے نیز ان معترضین کے اعتراضات کا خوبی سے ردّ کیا ہے۔

ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلے حدیثِ متناقض بیان کرتے ہیں جو اصحاب کلام کے نزدیک متناقض ہے پھر ان کے اعتراضات و شبہات کو لکھتے ہیں، بعد ازاں مسئلے کی خوب صورت انداز میں وضاحت کرتے ہیں اور آخر میں فیصلہ صادر کرتے اعتراضات کا جامع اور بلیغ انداز میں رد کرتے ہیں۔[۵]

ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں لغت کا بہت استعمال کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ایک بڑے ادیب تھے۔ پھر معترضین کے اقوال کی تردید میں عربی شعرا کا کلام لاتے ہیں تاکہ الفاظ اور ان کے معانی کی خوب وضاحت ہو جائے۔ ابن قتیبہ جن شعرا کا کلام دلائل کے طور پر لاتے ہیں ان میں عمرو بن عبید، فرزدق، مرقش، حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ حضرت کعب بن زہیر، امیہ بن ابی الصلت، مثقب عبدی، ریاشی، محمد بن بشیر، عبد اللہ بن مصعب اور حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ قابل ذکر ہیں۔ اس طرح کتاب کے مطالعے اور اس سے شغف میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی اپنے زمانے کے چلن کے پیش نظر لغت کے غریب الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں۔[۶]

امام ابن قتیبہ نے پہلے باب میں چوں کہ اصحاب کلام اور اصحاب رائے کے شبہات کا رد کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ مختلف فرقوں نے صحابہ کرام پر جو اعتراضات کیے ہیں، ان اعتراضات کے تمام پہلوؤں کو انھوں نے باریک بینی سے مطالعہ کر کے احادیث میں بہ ظاہر متناقض نظر آنے والے الفاظ کی وضاحت کی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کیے گئے اعتراضات کا نقل و عقل کی مدد سے عمدہ جواب دیا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر ابوہذیل معتزلی کا اعتراض ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت حدیث میں بسا اوقات کہتے ہیں: حدثني خليلي و قال خليلي و سمعت خليلي وغیرہ حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:"لو كنت متخذا من هذه الأمة خليلا لاتخذت أبابكر خليلا." [۷](اگر اس امت میں سے میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔) ابوہذیل کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیل بنانے کا اشارہ صدیق اکبر کی طرف کیا ہے اور وہ بھی مشروط، لہٰذا

۵۔ ابن قتیبہ، تأویل، ۷۹۔

۶۔ نفس مصدر، ۱۴۳۔

۷۔ نفس مصدر، ۹۴۔

(معاذ اللہ) ابوہریرہ کا مقولہ جھوٹ سے خالی نہیں ہے۔[۸] ابن قتیبہ اس بحث کو کئی صفحات میں پھیلا کر پھر اسی طرح کی اور احادیث کو الزامی جواب کے طور پر پیش کر کے ابوہذیل کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تو کیا کسی بھی صحابی کو خلیل نہیں فرمایا۔ دوسری بات یہ ہے کہ محب، شاگرد اپنے محبوب، استاذ کے لیے اپنے اندر بڑے مقدس جذبات رکھتا ہے جسے مورد الزام ٹھہرانا سوائے جہالت کے اور کچھ نہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ اگر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خلیل کہا ہے تو وہ اس طرح کہ خلیل ہونا عام ہے؛ ایک وہ تعلق جو مومنین کے درمیان اللہ عزوجل نے ان کے ایمان کی بدولت پیدا کیا ہے اور یہاں یہی مراد ہے، یعنی عام بول کر خاص مراد لیا ہے۔ اصول فقہ کی اصطلاح میں اسے عام مخصوص منہ البعض سے تعبیر کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿ ٱلْأَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا ٱلْمُتَّقِينَ ﴾[۹] (جس دن گہرے دوست دشمن بن جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔) اس اعتبار سے ہر مومن دوسرے مومن کا خلیل ہے چہ جائے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ ﷺ کو خلیل کہنے پر اعتراض کیا جائے۔ مذکورہ حدیث کی وضاحت کے بعد ابن قتیبہ نے ابوہذیل علاف معتزلی، عبید اللہ بن حسن اور جاحظ وغیرہ پر سخت الفاظ میں نقد کیا ہے۔

تأویل مختلف الحدیث کا دوسرا باب ان احادیث کے بیان میں ہے جو مخالفین اسلام کی نظر میں باہم متعارض ہیں، یا قرآن کے خلاف ہیں۔ امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے جملہ اعتراضات کا احاطہ کر کے جامع جوابات دیے ہیں۔ چوں کہ دوسرا باب احادیث متعارضہ کے بیان میں ہے، لہٰذا اِسی مناسبت سے ابن قتیبہ نے اپنی کتاب **تأویل مختلف الحدیث** کا نام تجویز کیا ہے اور یہی اصل عنوان و موضوع ہے۔[۱۰]

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سو چھے احادیث بیان کی ہیں جو معترضین کی نظر میں باہم متعارض ہیں، نیز امام ابن قتیبہ نے ان متناقض و متعارض احادیث کے معانی کو اس طرح کھول دیا ہے کہ پھر ان مذکورہ احادیث میں کوئی تناقض و تعارض باقی نہیں رہتا اور ان کی صحیح تاویل واضح کی ہے اور ان سے مسائل بھی مستنبط کیے ہیں، جن میں سے زیادہ تر کا تعلق عقائد، توحید، سیرت یا دیگر فقہی مسائل سے ہے۔ وہ احادیث جن میں بہ ظاہر تعارض نہیں تھا

۸۔ نفس مصدر۔

۹۔ القرآن ۴۳: ۶۷

۱۰۔ ابن قتیبہ، مصدرِ سابق، ۹۷۔

مگر معترضین نے ان کے بارے میں تعارض کا دعویٰ کیا تھا، امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن، سنت، اجماع اور عقل سے ان کے تقریباً انچاس جوابات دیے ہیں۔[۱۱]

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل اور احادیث کے بیان کرنے میں ترتیب موضوعی کا خیال نہیں رکھا، یعنی ایسا نہیں ہے کہ وہ احادیث جو بہ ظاہر قرآن سے متعارض ہیں انھیں ایک جگہ پر جمع کر دیا ہو، اسی طرح وہ احادیث جو باہم متعارض و متخالف ہیں انھیں ایک جگہ جمع کر دیا ہو۔

فرق مختلفہ کی تردید میں امام ابن قتیبہ کا اسلوب

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب میں مختلف افکار و نظریات کے حاملین کی بھرپور تردید کی ہے۔ اس سلسلے میں ان کا انداز یہ ہے کہ سب سے پہلے آپ ان کے عقائد و نظریات کو بیان کرتے ہیں پھر جس کے عقیدے میں جتنا عنصر قابل تنقید ہوتا ہے، اس کے لیے اتنے ہی زیادہ سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں؛ جس نے جس انداز میں قرآن و سنت پر طعنہ زنی کی ہوتی ہے اس کا اتنا ہی کڑے انداز میں محاسبہ کرتے ہیں۔ مثال کے لیے ایک نمونہ ملاحظہ کریں:

جاحظ کے بارے میں آپ اس انداز میں گفت گو کرتے ہیں:

ثم نصير إلى الجاحظ، وهو آخر المتكلمين، والمعاير على المتقدمين... وتجده يحتج مرة للعثمانية على الرافضة، ومرة للزيدية على العثمانية وأهل السنة، و مرة يفضل عليا رضي الله تعالٰى عنه ومرة يؤخره، ويقول... و يذكر الصحيفة التي كان فيها المنزل في الرضاع، تحت سرير عائشة، فأكلتها الشاة.[۱۲]

پھر ہم جاحظ کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ وہ متاخر متکلمین میں سے تھا اور متقدمین کو اپنی عقل کے پیمانے پر تولتا تھا اور اپنے آپ کو ان سے بڑا گردانتا تھا اور کبھی آل عثمان کی طرف داری کرتے ہوئے رافضیوں کی مخالفت کرتا اور کبھی کبھی فرقہ زیدیہ کو عثمانیہ کے خلاف کہتا اور کبھی اہل سنت کی مخالفت کرتا تھا۔ کبھی کبھار علی رضی اللہ عنہ کو سب پر فائق کر دیتا اور کبھی تفریط کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کے مرتبے کو گرا دیتا اور مؤخر کر دیتا۔ ایک جگہ مسئلہ رضاعت کے بارے کہتا ہے کہ مسئلہ رضاعت پر مشتمل ایک صحیفہ الگ تھا جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بستر کے نیچے پڑا ہوا تھا جسے بکری کھا گئی تھی۔

۱۱- نفس مصدر، ۱۰۵۔

۱۲- نفس مصدر، ۱۱۲-۱۱۳۔

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ جاحظ کے یہ چند نظریات بیان کر کے آگے حکم بھی یوں صادر فرماتے ہیں کہ "هو من أكذب الأمة و أوضعهم لحديث وأنصرهم لباطل." (۱۳) (جاحظ امت کے سب سے بڑے جھوٹوں میں سے ایک تھا اور یہ بہت زیادہ کلام اپنی طرف سے بنا کر اُسے حدیث کا نام دے دیتا تھا، یعنی بہت زیادہ احادیث گھڑنے والا تھا اور باطل عقائد کی بہت زیادہ مدد کرنے والا تھا۔)

امام ابن قتیبہ نے یہ جملہ منحرف فرقوں کے عقائد کو اپنے پہلے باب میں ذکر کیا ہے۔ بقیہ ابواب میں صرف ان کی طرف سے وارد شدہ اعتراضات کے جوابات دے کر احادیث متناقضہ سے تناقض کو رفع کر کے درست معنی کی خوب وضاحت فرمائی ہے۔ امام ابن قتیبہ منحرف فرقوں کے عقائد و نظریات بیان کرنے کے بعد ان احادیث کو ذکر کرتے ہیں جو مذکورہ فرقوں کے نزدیک متناقض و متعارض ہوتی ہیں۔

بعد ازاں ان کے موقف کو نہایت سہل انداز میں بیان کر دیتے ہیں پھر مذکورہ حدیث کی وضاحت کرتے ہیں اور اس باب میں قرآن کی جو آیات اس معنی کے موافق ہوں اُنھیں دلائل کے طور پر لاتے ہیں، نیز اس باب میں جو احادیث آئیں اُنھیں مخالف موقف کی تردید کرتے ہوئے احادیث کریمہ سے تعارض کو رفع کر کے صحیح معنی بیان کر دیتے ہیں۔

تعارض رفع کرتے ہوئے ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کا طرز یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے حدیث نقل کرتے ہیں جس کے بارے میں معترضین تعارض کا دعوی کرتے ہیں اور وہ حدیث عام طور پر سند کے بغیر نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد معترضین کی طرف سے احادیث متناقضہ پر کیے جانے والے اعتراضات اور ان کے دلائل ذکر کرتے ہیں اور اس حدیث پر وارد شدہ اعتراض کی توجیہ پیش کرتے ہیں اور اس کی صحیح تاویل بیان کر دیتے ہیں کہ مخالفین نے اس بنا پر اس حدیث کو متناقض و متعارض قرار دیا ہے، حالاں کہ اس کی مراد کچھ اس طرح ہے۔ امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراضات کے جوابات عقل و نقل کی روشنی میں دیے ہیں۔ (۱۴)

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ مخالفین کے اعتراضات کا احاطہ کرتے ہوئے مذکورہ فرقے کا ذکر نہیں کرتے بلکہ قالوا: حديث يخالف كتاب الله، قالوا: حديثان متناقضان، قالوا: أحاديث متناقضة، قالوا: حديث ينقصه القرآن وغیرہ کہ دیتے ہیں۔ مذکورہ وہ احادیث جو مخالفین کی نظر میں متعارض و متناقض

۱۳۔ نفس مصدر۔

۱۴۔ نفس مصدر، ۱۳۹۔

ہوتی ہیں کو قالوا: رویتم سے ذکر کرکے اس باب کی مزید احادیث اور آیات لاتے ہیں اور پھر آخر میں قال أبو محمد (ابن قتیبہ) سے اپنی تقریر فرماتے ہیں۔

آپ کی کتاب **تأویل مختلف الحدیث** میں اس طرح کا ایک مقام جہاں آپ قالوا! حدیثان متناقضان کہتے ہیں اور بعد میں دونوں متناقض احادیث سے تناقض رفع کرتے ہیں، ملاحظہ کیجیے: "قالوا: (حدیثان متناقضان)، قالوا: رویتم عن عائشة رضي الله تعالٰى عنها أنها قالت: مابال رسول الله صلى الله عليه وسلم قائما قط." [۱۵] (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔) دوسری حدیث: "ثم رویتم عن حذيفة رضي الله تعالٰى عنها أنه بال قائما." [۱۶] (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔)

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ متعارض احادیث نقل فرمانے کے بعد مخالفین کا موقف یوں بیان کرتے ہیں کہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ احادیث کے درمیان تناقض نام کی کوئی چیز نہیں ہے، حالاں کہ بہت سی احادیث صحیحہ، جن کی اسناد اور متون درست ہیں، ہم آپ کو دکھاتے ہیں جو باہم متعارض ہیں، لہٰذا تمھارا یہ کہنا کہ احادیث میں تعارض ممکن نہیں، باطل ہو گیا، جیسا کہ مذکورہ دونوں احادیث ہماری تائید پر واضح دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیشاب کھڑے ہو کر اور کبھی بیٹھ کر کیا، جیسا کہ **ترمذی شریف** کی حدیث میں ہمیشہ کھڑے ہونے کی نفی ہے، جب کہ **صحیح بخاری** والی حدیث میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ یعنی پہلی حدیث میں نفی، جب کہ دوسری حدیث میں ثبوت موجود ہے اور یہی تناقض ہے۔

ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ احادیث کا پس منظر بیان کرکے احادیث متناقضہ سے تناقض رفع کرکے اس طرح معنی مرادی کی وضاحت فرماتے ہیں کہ پھر قارئین کو کچھ شک اور مغالطہ نہیں رہتا، چناں چہ فرماتے ہیں:

ونحن نقول ليس ههنا -بحمد الله- اختلاف، ولم يبل قائما قط في منزله والموضع الذى كانت تحضره فيه عائشة رضي الله تعالٰى عنها. وبال قائما في المواضع التي لايمكن أن يطمئن فيها، إما للثق في الأرض وطين أو قذر، وكذلک الموضع الذي رأى فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم

۱۵- نفس مصدر، ۱۴۶۔

۱۶- نفس مصدر، ۱۴۷۔

حذيفة يبول قائما كان مزبلة لقوم، فلم يمكنه القعود فيه ولا الطمأنية، وحكم الضرورة خلاف حكم الاختيار.(۱۷)

اور ہم کہتے ہیں الحمد للہ یہاں کچھ اختلاف نہیں ہے اور رسول ﷺ نے اپنے گھر میں کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا اور وہ جگہ جہاں عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تو وہ جگہ ہی ایسی تھی جہاں زمین میں کیچڑ اور گندگی وغیرہ کی وجہ سے اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا تھا اور اسی طرح وہ جگہ جہاں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تو وہ جگہ لوگوں کے کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ تھی جہاں بیٹھنا ممکن نہ تھا اور نہ مکمل تسلی ممکن تھی اور حکمِ ضرورت، حکم اختیار کے برعکس ہوتا ہے۔

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی وضاحت مخالفین کے جواب میں بات کو وضاحت سے پیش کرتے ہیں چناں چہ مذکورہ بالا احادیث میں ہرگز اختلاف نہیں ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ عمل مختلف احوال کے اعتبار سے مختلف تھا۔

بہ ظاہر کتاب اللہ سے متعارض نظر آنے والی احادیث کی توجیہہ

معترضین نے قرآن وسنت پر بے شمار اعتراضات کیے جن میں سے ایک یہ ہے کہ بعض اوقات ایسے ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث کی عبارات باہم مخالف ہوتی ہیں جیسا کہ "أن الله تعالٰى مسح على ظهر آدم عليه التحية و السلام، وأخرج منه ذريته إلى يوم القيامة، أمثال الذر، وأشهد هم علٰى أنفسهم ألست بربكم؟ قالوا: بلٰى! وهذا خلاف قول الله تعالٰى." (بے شک اللہ تعالیٰ نے پشت آدم علیہ السلام پر دست قدرت رکھا اور اس سے قیامت تک آپ کی آنے والی اولاد کو ذروں کی صورت میں نکالا اور اُنھیں خود ان پر تمھارے رب کے بارے میں گواہ بنایا، کہ کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں! اور یہ حدیث اللہ عزوجل کے اس فرمان کے خلاف ہے۔) ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنۢ بَنِىٓ ءَادَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا۟ بَلَىٰ﴾(۱۸) (اور یاد کرو جب تمھارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے اُن کی نسل نکالی اور انھیں خود اُن پر گواہ کیا، کیا مَیں تمھارا رب نہیں؟ سب بولے کیوں نہیں۔)

۱۷۔ نفس مصدر، ۱۴۷۔

۱۸۔ القرآن ۷: ۱۷۲۔

”لأن الحديث يخبر أنه أخذ من ظهر آدم ، والكتاب يخبرأنه أخذ من ظهور بني آدم!!“[۱۹]

(اس لیے کہ بے شک حدیث یہ خبر دیتی ہے کہ پشت آدم سے نسل نکالی اور کتاب اللہ سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ اولاد آدم کی پشت سے نسل نکالی۔

مذکورہ حدیث اور آیت مبارکہ میں تعارض موجود ہے وہ اس طرح کہ حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل نے جب آدم علیہ السلام سے اپنی ربوبیت کے اقرار پر گواہی لی تو حدیث کے مطابق صرف آدم علیہ السلام کی پشت پر ہاتھ رکھا اور ان سے ہی گواہی لی جب کہ آیت میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ اللہ عزوجل نے ظہور بنی آدم سے وعدہ لیا جس سے مراد بالمشافہہ پوری انسانیت ہے۔ لہٰذا ”ظھر“ اور ”ظھور“ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ظہر واحد ہے اور ظہور جمع ہے جو دونوں باہم متضاد ہیں اور اجتماع ضدین محال ہوتا ہے جب کہ قرآن وسنت میں یہ تضاد واضح ہے جو تعارض اور تناقض پر دلالت کرتا ہے اور یہی ہمارا دعویٰ تھا لہٰذا ثابت ہو گیا کہ قرآن وسنت کے مفاہیم باہم متناقض ومتعارض ہوتے ہیں کیوں کہ قرآن مجید میں لفظ ظہور جمع جب کہ حدیث میں لفظ ظہر ہے۔

امام ابن قتیبہ کی وضاحت

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ اُنھیں جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ونحن نقول: ”إن ذٰلک ليس كماتوهموا، بل المعنيان متفقان، بحمدالله و منّه، صحيحان لأن الكتاب يأتي بجمل، يكشفها الحديث، واختصار تدل عليه السنة.“[۲۰] (اور ہم کہتے ہیں کہ بے شک یہ اس طرح نہیں ہے جیسا کہ انھیں وہم ہوا ہے بلکہ الحمد للہ دونوں معانی متفق اور درست ہیں، اس لیے کہ کتاب اللہ میں کبھی ایسے جملے ہوتے ہیں جن کی وضاحت حدیث کرتی ہے اور کبھی ایسا اختصار ہوتا ہے جس کی طرف سنت اشارہ کر دیتی ہے۔)

ہم کہتے ہیں کہ جو معنی و مراد ان لوگوں نے لی ہے یہ اُن کا صرف وہم ہے؛ قرآن وسنت کے مفاہیم میں الحمد للہ کچھ تضاد نہیں، بلکہ دونوں اپنی اپنی جگہ حق اور درست ہیں۔ اصل وجہ یہ ہے کہ کتاب اللہ کی مراد کو حدیث نے واضح کر دیا ہے۔

۱۹۔ ابن قتیبہ، مصدرِ سابق، ۱۴۲۔

۲۰۔ نفسِ مصدر، ۱۴۲۔

لہٰذا اولاد آدم یا فقط آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی پشت پر ہاتھ رکھنا ایک دوسرے کے منافی نہیں ہیں، اصل اس میں طلب شہادت اور اقرار شہادت تھا اور یہی اصل مدعیٰ ہے جس میں کچھ تضاد نہیں، کیوں کہ ظہر سے بھی وہی مراد ہے اور ظھور سے بھی اور یہ سب اختصار کے پیش نظر تھا۔ لہٰذا جب ثابت ہو گیا کہ دونوں عبارات باہم متفق ہیں اور ان کے مفاہیم و مطالب میں تناقض نہیں ہے تو اب اعتراض کرنا کہ قرآن و سنت میں تعارض ہے اور بعض احادیث قرآن کے مخالف ہیں درست نہ ہو گا۔

مذکورہ جواب پر ابن قتیبہ کی تفریع

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ جواب ایک اور انداز میں اپنے الفاظ میں مخاطب کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ" أن في تلک الذرية الأبناء، وأبناء و الأبناء، أبناءهم إلى يوم القيمة."جب اللہ عزوجل نے آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی پشت سے اپنے ہاتھ کے ذریعے ذروں کی طرح آپ کی اولاد و نسل نکالی تو وہ اولاد آپ کے بیٹے، پوتے اور پھر آگے ان کے بیٹے اسی طرح قیامت تک آنے والے ان کے بیٹوں کی اولاد تھی۔

پس جب ان تمام سے عہد لیا اور پھر اُنھیں خود اُن پر گواہ بنایا تو وہ ایسے ہی ہے جیسا کہ تمام اولاد آدم کو اُن کی پشتوں سے نکالا اور پھر اُن کو خود اُن پر گواہ بنا کر یہ عہد لیا کہ میں تمھارا رب نہیں؟ تو سب نے کہا کیوں نہیں؟[۲۱] لہٰذا تضاد کا دعویٰ کرتے ہوئے یہ کہنا کہ قرآن میں اولاد آدم کی پشتوں، جب کہ حدیث میں پشتِ آدم کا ذکر ہے، درست نہیں ہے۔

مذکورہ تفریع پر ایک اور قرآنی مثال

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُوا۟ لِءَادَمَ ﴾[۲۲] (بے شک ہم نے تمھیں پیدا کیا، پھر تمھارے نقشے بنائے، پھر ہم نے ملائکہ سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو۔) امام ابن قتیبہ اس آیۂ کریمہ کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں: "إنما

۲۱۔ نفس مصدر، ۱۴۲۔

۲۲۔ القرآن ۷: ۱۱

أراد بقولہٖ تعالٰی: خَلَقْنٰکُمْ وصَوَّرْ نٰکُمْ خلقنا اٰدم، وصورناہ، ثم قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم."[۲۳] ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ یہ وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ یہاں "تمھیں پیدا کیا"، "تمھاری تصویر کاری کی"، جیسے اسالیب میں خطاب اگرچہ جمع کے الفاظ سے ہے، لیکن اس سے مراد واحد ہے، یعنی: "ہم نے آدم کو پیدا کیا،" "اس کی تصویر کاری کی" اور پھر فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ جمع کا واحد پر اطلاق عربیت اور قرآن کا معروف اسلوب ہے اور گذشتہ آیت میں بھی یہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے، اس لیے اعتراض اس اسلوب سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ جمع کے واحد پر اس اطلاق کے جواز کی وجہ بتاتے ہوئے کہتے ہیں:"وجاز ذلک لأ نہ حین خلق اٰدم ، خلقنا في صلبہ ، وھیأنا کیف شآء."[۲۴] (کہ یہ کہنا جائز ہے کہ جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو آپ کی پشت میں ہماری بھی تخلیق کر دی تھی پھر جس طرح اس ذات نے چاہا پشت آدم میں ہماری پرورش ہوتی رہی۔) " فجعل خلقہ لاٰدم، خلقہ لنا، إذ کنا منہ."[۲۵] (اللہ نے آدم کو پیدا کرنے کو ہمارا پیدا کیا جانا بھی قرار دیا، کیوں کہ ہمارا وجود انھی سے ہے۔)

آیت مذکورہ پر بعض دیگر تفریعات

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے موقف اور اسلام کی حقانیت کے ثبوت کے لیے خلیفہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی حیات کے اہم گوشوں میں سے ایک دل چسپ واقعہ نقل فرما کر اپنے موقف کی مزید تائید کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے دکین راجز نامی شخص کو ایک مرتبہ ہزار درہم عنایت کیے۔ دکین راجز نے اس رقم کے کافی تعداد میں اُونٹ خرید لیے، اللہ تعالیٰ نے اس کے مال میں اتنی برکت ڈالی کہ وہ جانور کافی پھلے پھولے اور تعداد میں اس مقدار سے کافی زیادہ بڑھ گئے۔ ایک دن دکین راجز ان جانوروں کو دیکھ کر حضرت عمر بن عبد العزیز کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے اس انداز میں ان کے اس احسان کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ یہ مال حضرت عمر بن عبد العزیز کی ہی عطا ہے۔[۲۶]

۲۳- ابن قتیبہ، مصدرِ سابق، ۱۴۳۔

۲۴- نفس مصدر، ۱۴۳۔

۲۵- نفس مصدر۔

۲۶- نفس مصدر۔

مذکورہ واقعہ نقل کرنے کے بعد حضرت امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے موقف پر تبصرہ کرتے ہوئے مخالفین پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ولم تكن كلها عطائه، وإنما أعطاه الآباء والأمهات، فنسبها إليه، إذكانت منائح ما وهب له۔"[۲۷] (اور وہ تمام جانور آپ کے عطا کردہ نہ تھے، بلکہ آپ نے اُس کو ان جانوروں کے آباواجداد دیے، پس اس نے ان تمام کو اس کی طرف منسوب کر دیا تب یہ سارے کے سارے عطیہ ہو گئے۔)

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ واقعے سے اپنے مردہ دلوں کو آباد کر لو اور غور کرو کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عطا شدہ دراہم سے خریدے گئے چند اُونٹوں سے اضافہ شدہ مزید مال بھی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا مال ہی کہلاتا ہے، حالاں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ شخص کو نقدی ہی دی تھی۔ اس نقدی سے اس نے وہ جانور خریدے جن سے مزید نسل آگے بڑھی، لیکن چوں کہ یہ بعد میں ان جانوروں سے پیدا ہونے والی نسل پہلوں کا نتیجہ تھی، جو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عطیے سے خریدے گئے تھے، لہٰذا وہ جمیع مال حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے عطیہ قرار پایا۔

اسی کے مشابہ حضرت امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ، عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا کلام بہ طور استشہاد لاتے ہیں جو آپ کے موقف کو مزید مضبوط و مستحکم بنا دیتا ہے۔ چناں چہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

من قبلها طبت في الظلال و في
مستودع حيث يخصف الورق[۲۸]

(اس سے پہلے تو کتنا اچھا اور خوش باش تھا جب جنت کے سائے میں سکونت پذیر تھا اور
اُس امانت گاہ میں تجھے پتے چپکانے پڑے تھے۔)

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے اس شعر سے یوں استدلال فرماتے ہیں کہ یہاں بھی خطاب عام انسان کو ہے، لیکن مراد حضرت آدم ہیں، کیوں کہ سوائے آدم علیہ السلام کے کوئی اور تو جنت میں ٹھہرا ہی نہیں، نہ یہ کسی کو اجازت نامہ ہی ملا ہے، لیکن چوں کہ حضرت آدم علیہ السلام پوری انسانیت کا نقطہ آغاز ہیں اور پوری انسانیت ان کی صلب سے نکالی گئی تو گویا جب وہ جنت میں تھے تو اس وقت انسان بھی ان کے ساتھ ان کی پشت

۲۷۔ نفس مصدر، ۱۴۳۔

۲۸۔ نفس مصدر۔

میں ایک خون کے قطرہ کی حیثیت سے وہاں موجود تھا۔اس شعر سے بھی ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ معتزلہ کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت آدم علیہ السلام کے ذکر سے اور ان کے وجود سے پوری انسانیت مراد لی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ ایسا کرنا محاورتاً بھی درست ہے اور ویسے کوئی بھی ذی شعور اس کے خلاف سوچنے کی غلطی نہیں کرتا، حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں:

ثم هبطتَّ البلاد لا بشر
أنت ولا مضغة ولا علق
بل نطفة تركب السفين و قد
ألجم نسرا و أهله الغرق
تنقل من صالب إلى رحم
إذا مضى عالم بدا طبق[۲۹]

(پھر تو مختلف ممالک میں اترا کہ تو نہ انسان تھا اور نہ گوشت کا لوتھڑا اور نہ خون، بلکہ تو ایک نطفہ تھا جو کشتی پر سوار ہوا اور کبھی بتوں کی لگام بنا، حالاں کہ اس کے ماننے والے غرق ہو گئے۔ تو مختلف پشتوں سے رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا جب ایک زمانہ گزر گیا تو روئے زمین پر ظاہر ہوا۔)

اس قطعے میں بھی عام انسان کو خطاب ہے لیکن مراد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر پوری انسانیت ہے۔

مذکورہ استدلال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ احادیث مبارکہ میں سے کوئی حدیث بھی قرآن کے کسی حکم کی مخالف نہیں ہے اور جہاں کہیں احادیث مبارکہ میں سے کسی حدیث کا ظاہر قرآن کے ظاہر کے مخالف ہوتا ہے تو اس میں ضرور کوئی نہ کوئی معتبر نکتہ پوشیدہ ہوتا ہے جو غور وفکر کو بعد نمایاں ہو جاتا ہے، جیسا کہ مذکورہ مسئلے میں ہم نے دیکھا کہ قرآن و حدیث کے بعض الفاظ اپنے ظاہر کے اعتبار سے باہم متعارض تھے، لیکن امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت سے یہ تناقض رفع ہو گیا اور قرآن وحدیث کی عبارات کا باہم تعلق بھی واضح ہو گیا۔

۲۹۔ نفس مصدر، ۱۴۳۔

بہ ظاہر اجماع سے متعارض نظر آنے والی احادیث کی توجیہہ

مخالفین نے یہ اعتراض بھی کیا کہ بعض احادیث آپ کے اجماع کی بھی صراحتاً مخالف ہیں جب کہ اجماع تمھارے نزدیک دلائل شرعیہ میں سے ایک مضبوط دلیل ہے اور تمھارے نزدیک یہ محال ہے کہ ایک صحیح حدیث اجماع صحابہ کے مخالف ہو، وہ حدیث یہ ہے: ”عن الزهري، عن عروة، عن عائشة رضي الله تعالٰی عنها أن امرأة كانت تستعير حُليا من أقوام، فتبيعه فأخبر النبي صلى الله عليه وسلم، بذلك فأمر بقطع يدها.“ [۳۰] (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت لوگوں سے ادھار سامان لے کر آگے بیچ دیتی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔) ”قد أجمع الناس على أنه لا قطع على المستعير، لأنه مؤتمن!!“ [۳۱] (لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی چیز کو عاریتاً لینے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اس لیے کہ وہ امین ہے۔) جب اس کی یہ سزا شریعت میں نہیں ہے تو پھر واضح ہو گیا کہ حدیث و اجماع اس موقع پر باہم متعارض ہو گئے ہیں۔

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

امام نے مذکورہ بالا اعتراض نقل کرنے کے بعد اس کا جواب یوں دیا ہے: ”قال أبو محمد (ابن قتيبة): و نحن نقول: إن هذا الحديث صحيح، غير أنه لا يوجب حكما، لأنه لم يقل فيه: أنه قطعها، و إنما قيل: أمر بقطعها، وقد يجوز أن يأمر و لا يفعل، وهذا قد يكون من الأئمة، على وجه التعزير و الترهيب، ولا يراد به إيقاع الفعل.“ [۳۲] (اس میں یہ نہیں کہا کہ اس کا ہاتھ کاٹا بلکہ یہ کہا ہے کہ اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ ہاتھ کاٹنے کا حکم ہو لیکن عملاً وہ کاٹا نہیں گیا۔ اس طرح کی بات کبھی بہ طور تعزیر اور ڈرانے کے آتی ہے، خود اس فعل کا صدور ضروری نہیں ہوتا۔)

۳۰۔ نفس مصدر، ۱۴۹۔

۳۱۔ نفس مصدر۔

۳۲۔ نفس مصدر، ۱۴۹۔

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے جواب سے حدیث و اجماع میں ربط و تعلق بالکل واضح ہو جاتا ہے اور اشکال باقی نہیں رہتا، اس لیے کہ یہ حکم وجوبی نہیں ہے، یعنی ایسا نہیں کہ حکم عمل کروانے کے لیے صادر فرمایا ہے، بلکہ یہ صرف ڈرانے اور دھمکانے کے لیے ہے نہ کہ تعمیل حکم کے لیے، کیوں کہ بعض اوقات صورت حال کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ سخت حکم نامہ جاری کیا جائے تاکہ مجرم ڈر جائے اور جرم کا سدِباب ہو، عملی طور پر فعل مقصود نہیں ہوتا۔

مذکورہ وضاحت پر ایک تفریع

چناں چہ اس اسلوب کی ایک اور مثال ایک حدیث ہے جو حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من شرب الخمر فاجلدوه فإن عاد فاجلدوه فإن عاد فاجلدوه فإن عاد، فاقتلوه." [۳۳] (جو شراب پیے، اسے کوڑے لگاؤ، پھر اگر پیے تو پھر کوڑے لگاؤ، پھر پیے تو کوڑے لگاؤ، پھر اگر (چوتھی مرتبہ) پیے تو اسے قتل کر دو۔) یہ حکم بھی فقط ڈرانے کے لیے ہے نہ کہ اس کو واقعتاً قتل کر دیا جائے اور اگر تعزیراً اسے قتل بھی کروا دیا جائے تو تب بھی اجماع پر زد نہیں پڑتی اس لیے کہ حکم کی جہت و نوعیت اور علت بدل گئی۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کے مواقع پر جہاں کہیں کسی حکم میں سختی فرمائی ہے تو وہ نفاذ کے لیے نہیں، بلکہ کسی حکمت کے پیش نظر تھی جو مذکورہ حدیث میں واضح کر دی گئی ہے کہ حالات کا تقاضا، لوگوں کی پریشانی، مجرم کو جرم سے روکنا، جرم کی روک تھام، اور ماحول کو آلودگی سے محفوظ رکھنا وغیرہ جو صرف قاضی وقت ہی جانتا ہے اور اسے ہی اختیارات ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا درست ہو گا کہ حدیث اور اجماع اپنے اپنے محل پر قائم ہیں اور ان میں تعارض نہیں ہے۔

خصائص تأويل مختلف الحديث

یوں تو یہ کتاب بہت سی خصوصیات کی حامل ہے مگر چند ایسی امتیازی خوبیاں جو اِس کتاب کا ہی خاصہ ہیں، ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں:

۳۳۔ نفس مصدر، ۱۵۰۔

☆ فن مختلف الحدیث پر لکھی گئی جملہ کتب میں سے **تأويل مختلف الحديث** وہ واحد کتاب ہے جس میں معترضین کے جملہ اعتراضات کو ان کی زبان میں بیان کر دیا گیا ہے اور عقلی و نقلی اور ادبی دلائل کے ذریعہ مخالفین کے اعتراضات کے شافی جوابات دیے گئے ہیں۔

☆ امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں جملہ وہ احادیث و اخبار جنھیں معترضین نے متناقض و متعارض قرار دیا ہے، جمع کر دی ہیں۔

☆ **تأويل مختلف الحديث في الرد على أعداء أهل الحديث** نام ہی بتاتا ہے کہ یہ کتاب متکلمین اور اہل رائے میں سے خصوصاً معتزلہ کے رد میں تحریر کی گئی ہے، جنھوں نے مختلف الحدیث کی بنیاد پر حدیث پر اعتراضات وارد کیے ہیں۔ اپنے معیار و مرتبہ کے اعتبار سے یہ کتاب اس فن پر لکھی گئی دیگر کتب سے بالکل منفرد ہے۔

☆ کتاب کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں سب سے زیادہ فرق باطلہ کا رد ہے۔

☆ اس موضوع کی دیگر کتب میں عام طور پر اہل سنت کے باہمی اختلافات زیر بحث لائے گئے ہیں جیسے امام شافعی کی **اختلاف الحديث** میں، لیکن امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت کے متوازی افکار کے حامل فرقوں کو زیر بحث لایا ہے۔

☆ اس کتاب میں اس نوع یعنی مختلف الحدیث کے ساتھ تعلق رکھنے والی ایک سو گیارہ احادیث موجود ہیں جنھیں چھیالیس قضایا و مباحث کے تحت امام ابنِ قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

☆ امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نقل حدیث سے قبل معترضین کے اعتراض کی وضاحت بڑے سادہ انداز میں بیان کرتے ہیں جس سے عام قاری بھی حدیث کے مطلب تک رسائی کر لیتا ہے، نیز احادیثِ متناقضہ کو باہم نقل کر کے اعتراض کی وضاحت کر دیتے ہیں جس سے جواب اور اس کے مطابق دلائل پیش نظر رکھنے میں آسانی رہتی ہے۔

☆ **تأويل مختلف الحديث** کے امتیازات میں سے ایک خاص بات یہ ہے کہ معترضین کی نظر میں جو احادیث متناقض و متعارض ہوتی ہیں، کبھی انھیں بغیر سند اور کبھی سند کے ساتھ ذکر کر دیتے ہیں، جیسا کہ

یہ روایت ”لا تستقبلوا القبلة بغائط ولا بول.“ نقل کرتے ہوئے سند بالکل ذکر نہیں کی۔[۳۴]

جب کہ ایک اور روایت ”قالوا:رویتم عن وکیع ،عن الأعمش،عن أبي صالح، عن أبي هريرة عن النبي ﷺ أنه قال: إذا انقطع شسع نعل أحد کم فلايمش في نعل واحدة.“[۳۵] (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو ایک جوتے میں نہ چلے۔“نقل کرتے ہوئے پوری سند کا اہتمام کیا ہے۔)

☆ کبھی کبھار مطلقاسند کو حذف کر دیتے ہیں اور کبھی کبھار سند غیر معروف کو معروف پر ترجیح دے کر حدیث نقل کر دیتے ہیں۔

☆ امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ احادیث کا اہتمام کرتے ہوئے ان کے مراتب و درجات کا بالکل لحاظ نہیں کرتے؛ یہی وجہ ہے کہ آپ کی اس کتاب میں بہت ہی کوئی کم مقام وموقع ہو گا جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی حدیث کے درجے کے بارے یہ حکم فرمایا ہو کہ یہ حدیث درجۂ صحت کو نہیں پہنچی یا یہ حدیث ضعیف ہے۔یعنی حدیث کے ضعف وصحت کا لحاظ کیے بغیر احادیث نقل کر دیتے ہیں، اسی لیے آپ کی کتاب میں کافی ضعیف احادیث ملتی ہیں۔

☆ کتاب کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو اس میں ایک بات ہمیں یہ بھی ملتی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں صرف فن مختلف الحدیث کو ہی بیان نہیں کیا، بلکہ بہت سی ایسی روایات کا ذکر بھی کیا ہے جو مشکل الحدیث سے متعلق ہیں۔ ایک محتاط انداز کے مطابق مشکل الحدیث سے تعلق رکھنے والی روایات کی تعداد جو تاویل میں مذکور ہے بہتّر ہے جو باسٹھ مختلف مباحث وقضایا کے ضمن میں آپ علیہ الرحمہ نے نقل فرمائی ہیں۔

☆ چوں کہ امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کو الفاظ کے انتخاب میں کمال مہارت حاصل تھی، یہی وجہ ہے کہ عمدہ الفاظ کو خوب صورت پیرائے میں لاتے ہیں اور بعد ازاں اس عبارت و مقصد کی تائید میں شعری کلام لاتے ہیں جس سے آپ کے موقف کو مزید حسن مل جاتا ہے۔

۳۴۔ نفس مصدر، ۱۴۵۔

۳۵۔ نفس مصدر، ۱۴۴۔

☆ امام ابن قتیبہ معترضین کے رد میں قرآن و حدیث کے علاوہ اپنے زمانے کے فصیح و بلیغ شعرا کا کلام بھی پیش کرتے ہیں، جس سے مشکل الفاظ کے معانی و مطالب کی خوب صورت وضاحت ہو جاتی ہے، اور مذکورہ اشعار کے معانی کو سیاق کلام کے ساتھ واضح کر کے بعد ازاں قرآن و حدیث کے معانی کے ساتھ نہ صرف اس کا تعلق بھی بیان کرتے ہیں، بلکہ ان اشعار کو اِستشہاد و دلائل کے طور پر پیش کرتے ہیں؛ یہی وجہ ہے کہ آپ کی کتاب میں مختلف شعرا کے کلاموں کے اشعار ملتے ہیں جن کی کل تعداد ایک سو بارہ ہے۔

❁❁❁❁❁❁